معاہداتِ نبوی (عمومی مطالعہ)

* ڈاکٹر شاہ معین الدین ہاشمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرے کی تشکیل کا ایسا نمونہ پیش کیا جس میں انفرادی و اجتماعی احکام خداوندی کو نافذ کر کے دکھایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرد کے دوسرے افراد اور ایک ریاست کے دوسری ریاستوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے اصول وضوابط سے متعلق عملی نمونے پیش کیے۔ دیگر اقوام کے ساتھ تعلقات کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ معاہدات فرمائے۔ غیر مسلموں کے ساتھ کیے جانے والے معاہدات مختلف نوعیت کے تھے۔ ان میں تجارتی، دفاعی اور دیگر جنگی معاہدات شامل تھے۔

ان معاہدات سے سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت اہم گوشے عیاں ہوتے ہیں جن کے ذریعے ہم اپنے قومی اور بین الاقوامی معاملات میں رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ معاہدات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اہمیت کے پیش نظر زیر بحث مقالہ میں ان معاہدات کی اقسام اور عمومی تعارف پیش کیا گیا ہے۔

معاہدات نبوی کی اقسام

❶ دستورِ مدینہ:

ہجرت مدینہ سے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی۔ ریاست کا قیام باقاعدہ آئین کے ذریعے کیا گیا جو میثاق مدینہ کے نام سے معروف ہے۔ یہ میثاق، مدینہ میں بسنے والی مختلف اقوام وملل، یہود، مشرکین اور مسلمانوں کے مابین دستور کی حیثیت سے طے پایا۔ اس میں مدینہ کی تمام اقوام اور ان کے ساتھ شامل ہونے والوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا۔ اس کی حیثیت اگرچہ ایک آئینی حکم نامے (Constitutional Charter) کی سی ہے مگر چونکہ آئین ایک طرح کا عہد نامہ ہوتا ہے جو ایک طرف حکومت اور دوسری طرف افراد کے حقوق وفرائض کی حدود کا تعین کرتا ہے بنا بریں اس کو میثاق بھی کہا جاتا ہے۔

❷ حلیفی کے معاہدات:

یہ وہ معاہدات ہیں جو اسلامی ریاست مدینہ کی بنیاد رکھنے کے بعد مدینہ کے مغربی علاقوں کے قبائل،

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ حدیث وسیرت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

جھینہ، مزینہ اور ضمرۃ سے کئے گئے۔(1) ان معاہدات کی ابتداء ۲ ہجری میں ہوئی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی ریاست کو بیرونی خطرات سے محفوظ رکھا جا سکے، بالخصوص مشرکین مکہ اور قبائل غطفان وغیرہ کے ساتھ جنگوں میں اول تو حلیف وگرنہ کم از کم غیر جانبدار ہی رکھا جا سکے۔ یہ معاہدات زیادہ تر دفاعی نوعیت کے تھے انہیں حلیفی یا غیر جانبداری کے معاہدات کہا جا سکتا ہے۔

❸ معاہدہ صلح (صلح حدیبیہ)

یہ اپنی نوعیت کا ایک واحد معاہدہ ہے جو برسر پیکار دشمن کے ساتھ مؤقت صلح کی صورت میں طے پایا اس معاہدہ میں مشرکین مکہ کے ساتھ دس برس تک جنگ بندی کا معاہدہ طے کیا گیا۔ اس معاہدہ کو قرآن نے فتح مبین کا نام دیا۔(2)

تجدید حلیفی کا معاہدہ:

یہ بھی اپنی نوعیت کا ایک منفرد معاہدہ ہے جو بنوخزاعہ کے ساتھ طے کیا گیا۔ زمانہ جاہلیت میں بنوخزاعہ نے بنومطلب سے دوستی و حلیفی کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر وہ (بنوخزاعہ جو غیر مسلم تھے) اپنے پرانے معاہدے کو لے کر آئے اور اس کی تجدید کرانا چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کی اس حلیفی کی تجدید فرمائی

❹ معاہدات امان:

صلح حدیبیہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مبین سے نوازا اور پورا عرب مسلمان ہو کر یا اسلامی ریاست کا مطیع بن کر اسلامی ریاست میں شامل ہوا۔

اس صلح کے بعد ہونے والے اکثر معاہدات کا تعلق مفتوح قبائل واقوام سے ہے ان قبائل واقوام نے مسلمانوں کے مطیع ہو کر رہنے کو تسلیم کر لیا جس بنا پر انہیں امان دی گئی اور ان کے حقوق و ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا۔ ان معاہدات میں آزاد عرب قبائل کے علاوہ وہ اقوام بھی فریق بنیں جو روم وفارس کی باجگذار کہلاتی تھیں۔

دستور مدینہ، حلیفی، صلح، تجدید حلیفی اور امان کے مذکورہ بالا تمام معاہدات اپنے جوہری اور نتائج کے اعتبار سے مختلف اور جدا نوعیت کے تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

① میثاقِ مدینہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو وہاں کا حال یہ تھا کہ اس میں مختلف

رنگ ونسل اور مختلف مذاہب کے لوگ بستے تھے مثلاً: اوس وخزرج کے بارہ قبائل، مدینہ کے تقریباً بیس یہودی قبائل (3) مسلمان مہاجرین جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔اوس،خزرج میں باہم نسلوں سے لڑائی جھگڑے چلے آرہے تھے جبکہ یہود کے بعض قبائل اوس اور بعض خزرج کے حلیف بنے ہوئے تھے اور جنگوں میں ان کا ساتھ دیتے تھے۔(4) مدینہ کے باسی ان طویل لڑائیوں سے تنگ آچکے تھے اور امن وآشتی کے خواہاں تھے۔(5)

اگر چہ ہجرت سے قبل ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مرکزیت پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی اور بارہ نقباء کا تقرر فرمایا تھا مگر پھر بھی مدینہ میں ہر قبیلے کا الگ راج تھا۔ ہر قبیلہ اپنے سقیفہ میں ہی اپنے امور طے کیا کرتا تھا۔کوئی مرکزی شہری نظام نہ تھا۔اگر چہ مبلغین اسلام کی کوششوں سے تین سال کے اندر شہر میں بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے مگر مذہب ابھی تک خانگی ادارہ ہی تھا اس کی سیاسی حیثیت وہاں کچھ نہ تھی اور ایک ہی گھر میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان حالات میں اس وقت متعدد فوری ضرورتیں یہ تھیں۔

- اپنے اور مقامی باشندوں کے حقوق وفرائض کا تعین۔
- مہاجرین مکہ کی آبادکاری۔
- شہر کے غیر مسلم عربوں اور خاص کر یہودیوں سے سمجھوتہ۔
- شہر کی سیاسی تنظیم اور فوجی مدافعت کا اہتمام
- قریش مکہ سے مہاجرین کو پہنچے ہوئے جانی و مالی نقصانات کا ازالہ۔

ان اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کر کے مدینہ آنے کے چند مہینے بعد ہی ایک دستاویز مرتب فرمائی جو کہ وہاں کے باسیوں کا دستور العمل قرار پایا۔(6)

میثاقِ مدینہ کا متن:

اس دستاویز کا متن الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ مختلف کتب حدیث وسیرت میں ملتا ہے۔قدیم ترین سیرت نگار ابن اسحاق نے اس دستاویز کا مکمل متن نقل کیا ہے۔علاوہ ازیں امام ابوعبید نے ایک دوسری سند کے ساتھ بھی اس کا متن نقل کیا ہے۔مورخین اور سیرت نگاروں میں ابن سعد، بلاذری،طبری، زرقانی، ابن کثیر وغیرہ نے بھی اس کے متن کے حصے نقل کئے ہیں۔کتب حدیث میں بخاری و مسلم کے علاوہ مسند احمد،سنن دارمی،سنن ابوداؤد میں بھی اس میثاق کا ذکر کیا گیا ہے۔(7) اس دستاویز کے دو نمایاں حصے ہیں۔

پہلے حصے میں مہاجرین وانصار کے متعلق جبکہ دوسرے حصے میں بقیہ یہودی قبائل وغیرہ کے حقوق وفرائض بیان کئے گئے ہیں۔

مؤرخین کے مطابق یہ دستاویز ۱ھ کی ابتدا میں مرتب ہوئی۔ بعض دیگر مستند ذرائع سے پتا چلتا ہے کہ دستور کا وہ حصہ جو عرب مسلمانوں، (مہاجرین وانصار) سے متعلق تھا وہ ہجرت مدینہ کے بعد ۱ھ میں مرتب ہوا جبکہ دوسرا حصہ جو یہود سے متعلق تھا وہ ۲ھ میں جنگ بدر کے بعد مرتب ہوا اور پہلے حصہ کے ساتھ شامل کیا گیا۔ مثلاً اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن منظور نے لسان العرب میں جہاں بھی اس دستاویز کا ذکر کیا ہے وہاں اس کو دو نام دیئے ہیں۔ ایک جملے میں اسے ''فی کتابه للمهاجرین و الانصار'' ''مہاجرین اور انصار کا دستور العمل'' اور اس سے ذرا نیچے حصہ دوم کے لیے ''ووقع فی کتاب رسول الله (ﷺ) لیهود'' ''یہود کے لیے دستور العمل'' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔(8) اس سلسلہ میں ایک اور اہم شہادت امام ابوداؤد کی ہے۔ کتاب السنن میں انہوں نے اس دستور کو جنگ بدر کے بعد کا قرار دیا ہے۔(9) درایتی اعتبار سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے مثلاً دستور کی دفعہ نمبر 16 کی دفعات 24 تا 47 کے ساتھ مطابقت اس کے بغیر مشکل ہے کہ دفعہ 16 قدیم تر ہو کیونکہ اس میں گنجائش رکھی گئی ہے کہ یہودی منظور کریں تو آئندہ انہیں بھی اس شہری مملکت میں شامل کر لیا جائے۔ چنانچہ جب انہوں نے شرکت قبول کی تو پھر دفعات 24 تا 47 مرتب ہوئیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دستور کا دوسرا حصہ یعنی یہودیوں کا دستور العمل جنگ بدر کے بعد کا واقعہ ہے جبکہ ایک زبردست فتح سے مسلمانوں کی دھاک ہر طرف بیٹھ گئی تھی۔(10)

مختلف اقوام اور مذاہب کے مابین قرار پانے والا یہ معاہدہ دنیا کے پہلے تحریری دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ (11) اس معاہدے کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے بنیادی باتیں حسب ذیل ہیں۔

- اس معاہدے کی بدولت پہلی اسلامی ریاست کا آغاز ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں اور غیر مسلموں کی طرف سے ریاست کا سربراہ تسلیم کیا گیا اس طرح ریاست کے تمام اختیارات کے ذمہ دار آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرار پائے۔
- اس معاہدے کی بدولت ایک ایسا بین الاقوامی معاشرہ وجود میں آیا جس میں ہر قوم ومذہب کے حقوق و فرائض کا تعین عدل وانصاف کی بنیاد پر کیا گیا۔
- اس معاہدے کی بدولت ظلم کا تاریک دور ختم ہوا۔ عدل و مساوات کا دور دورہ ہوا، کمزور و نادار اور مظلوموں کی دادرسی کا اہتمام کیا گیا۔
- اسلامی ریاست مدینہ، داخلی و خارجی انتشار سے محفوظ ہوئی اور اسلامی معاشرے کی تنظیم وتشکیل ممکن ہوئی
- مدنی قبائل کا طویل خانہ جنگی کا دور ختم ہوا اور منتشت قبائل کی شیرازہ بندی ممکن ہوئی۔

⊙ ایک بین الاقوامی معاشرے میں قانون سازی کے لیے عدل و مساوات پر مبنی اصول وکلیات وضع ہوئے

② مدینہ کے جنوب مغربی قبائل سے معاہدات نبوی

ان معاہدات کا آغاز 2/ھجری کی ابتدا سے ہوا۔ حلیفی کے یہ معاہدات مدینہ کے جنوب مغرب میں بسنے والے قبائل بنو مدلج، بنوضمرہ، جھینہ ومزینہ، بنوغفار، واشجع وغیرہ کے ساتھ کئے گئے۔

مذکورہ بالا قبائل کے زمانہ جاہلیت سے اوس اور خزرج کے ساتھ حلیفی کے تعلقات تھے چنانچہ قبیلہ جھینہ اور اشجع خزرج کے اور قبیلہ مزینہ والے اوس کے حلیف تھے۔ (12) اس بنا پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے یہ امکان ظاہر کیا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبائل کی اوس وخزرج کے ساتھ پرانی حلیفی کی ہی تجدید فرمائی ہو (13)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانی حلیفی کی تجدید کی ہو یا نئی حلیفی کی ہو دونوں صورتوں میں اہم بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبائل کے انصار کے ساتھ تعلقات کا فائدہ حاصل کیا اور معاہدات کی صورت میں پرانے تعلقات کو مزید مضبوط بنا دیا۔ ان قبائل کی پرانی حلیفی کی صورت یہ تھی کہ قبیلہ جھینہ واشجع، خزرج کے حلیف تھے اور جنگ میں اوس کے خلاف ان کا ساتھ دیتے تھے۔ دوسری طرف قبیلہ مزینہ اوس کے حلیف تھے اور جنگ میں خزرج کے خلاف لڑتے تھے۔ (14) جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے والی حلیفی کی صورت یہ تھی کہ اب یہ تمام قبائل بیک وقت اوس وخزرج، دونوں کے حلیف بن چکے تھے۔

مذکورہ بالا تمام قبائل کے ساتھ معاہدات نبوی کا متن ملتا جلتا ہے۔ ان معاہدات کا لب لباب یہ ہے کہ وہ قبائل اور مسلمان ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہیں کریں گے نیز ظالم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد بھی کریں گے۔ (15)

ابن سعد نے بنی ضمرہ کے ساتھ ایک معاہدے کا ذکر کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ محض غیر جانبداری کا معاہدہ تھا، باہم ایک دوسرے کی مدد کا اس میں ذکر نہیں کیا گیا۔ اس میں ہے کہ ''نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی ضمرہ سے جنگ کریں گے اور نہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی دشمن کی مدد بھی نہیں کریں گے''۔ (16)

ابن سعد نے بنی ضمرہ کی ایک شاخ بنوعبد بن عدی جو کہ قریش کے قریب رہتے تھے کے ساتھ بھی معاہدے کا ذکر کیا ہے جس میں ہے کہ ''وہ (بنوعبد بن عدی) قریش اور مسلمانوں کی باہمی جنگ میں غیر جانبدار رہتے ہوئے مسلمانوں کے حلیف ہوں گے'' (17)

اہمیت وافادیت

ان معاہدات کی بدولت ریاست مدینہ دفاعی طور پر مضبوط ہوئی۔ ریاست مدینہ کے مشرق اور شمال میں زیادہ تر یہود آباد تھے۔ (18) مدینہ کے مغرب میں مذکورہ بالا قبائل سے حلیفی و جنگ بندی کے معاہدوں سے اسلامی ریاست کو یہود کی شورش سے بچایا گیا۔

دوسری طرف قریش مکہ تھے جو بنوضمرہ وغفار کے ہم نسب وحلیف تھے۔ (19) مشرکین مکہ کے دوست قبائل کے ساتھ حلیفی وغیر جانبداری کے معاہدات کر کے قریش مکہ کو مدینہ پر حملہ کی صورت میں ان قبائل کی امداد سے محروم کر دیا گیا۔

ان معاہدات کی بدولت شام کی تجارتی شاہراہ پر مسلمانوں کا تصرف وقبضہ مضبوط ہوا۔ (20)

ان معاہدات کی بدولت باہمی آمد ورفت کا اضافہ ہوا اور قبائل کے لیے اسلام کو سمجھنے کا موقع میسر آیا چنانچہ کچھ ہی عرصہ میں ان قبائل کے بہت سے افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (21)

۳۔ صلح حدیبیہ:

چھٹی ہجری ذیقعد کے اوائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ معظّمہ روانہ ہوئے۔ حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد کے ذریعے اہل مکہ کو یہ پیغام بھیجا کہ ہم صرف بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں اور جنگ ہمارا مقصود نہیں۔ اہل مکہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر واپس آیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بطور سفیر مکہ مکرمہ بھیجا۔ قریش مکہ کی طرف سے بھی بدیل بن ورقاء، مکرز بن حفص، عروۃ بن مسعود اور سہیل بن عمرو کو بطور سفیر بھیجا گیا چنانچہ دونوں فریقوں کے مابین صلح کا معاہدہ طے ہوا۔ (22)

ا۔ معاہدۂ صلح کی ضرورت

- 6/ھ میں روم وفارس کی لڑائی فارس کی شکست پر ختم ہوئی (23) اور مسلمانوں کے لیے اس بات کا بہترین موقع میسر آیا کہ وہ فارس کے باجگزار علاقوں پر توجہ بڑھائیں۔ جس کے لیے اہل مکہ سے امن وصلح ضروری تھی۔ (24)
- یہود مدینہ کی فطری شیطانیوں اور معاہدہ توڑنے کے سبب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ سے نکال باہر (25) یہ یہودی مدینہ کے آس پاس کے علاقوں، خیبر تا شام بکھر گئے اور انہوں نے دوسرے یہودو

مشرکین کے ساتھ مل کر متحدہ محاذ قائم کر لیا۔

- مدینہ کے شمال مشرق میں غطفان وفزارہ وغیرہ قبائل (جو کہ یہود کے حلیف بھی تھے۔) نے مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ اتحاد کر لیا۔(26)
- مدینہ کے منافقین باہر کی تمام دشمن قوتوں کا ساتھ دینے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔
- قریش مکہ جو کہ مسلمانوں کے طاقتور اور اہم ترین دشمن تھے مسلمانوں کے خلاف مسلسل ریشہ دوانیوں کا مرکز بنے ہوئے تھے۔(27)

مذکورہ حالات میں تمام دشمنوں کے ساتھ ایک ہی وقت میں نمٹنا ممکن نہ تھا۔صورتحال یہ تھی کہ بقول سرخسی اگر مسلمان مکہ جاتے ہیں تو خیبر وغطفان مدینے پر چڑھ دوڑتے اور اگر مسلمان خیبر جائیں تو مکہ والے آ کر مدینہ لوٹ لیں۔کیونکہ مدینہ بیچوں بیچ واقع ہے شمال میں خیبر پانچ منزل اور جنوب میں مکہ بارہ منزل پر ہے۔(28)

ایک طرف قبائل غطفان وفزارہ تھے۔جن کا معیار یہ تھا کہ وہ محض لوٹ مار کے شائق، اور بے اصول خانہ بدوش عرب تھے(29) چنانچہ ان پر دوستی کا اعتبار کرنا مناسب ہی نہ تھا۔شمال میں یہود خیبر اور بعض دیگر یہود تھے جو تمدنی اور نسلی وجوہ سے عربوں سے الگ تھے نیز انہیں مدینہ سے اپنی جلاوطنی اور جائیداد کا داغ بھی تھا جو اس کے بغیر نہیں ہٹ سکتا تھا کہ وہ اپنی جائیداد مسلمانوں سے واپس لیں۔(30) چنانچہ ان کے ساتھ بھی صلح کے آثار نہ تھے۔دوسری طرف مشرکین مکہ تھے جو کہ مکہ کے مستقل رہائشی وشہری باشندے تھے اور سیاسی شعور رکھتے تھے۔(31) اور ان کے ساتھ صلح کے لیے میدان بہت سی وجوہات کی بنا پر کسی قدر ہموار بھی تھا۔مثلاً

- مسلمان مہاجرین کی اکثریت مکہ سے تعلق رکھتی تھی۔
- صلح حدیبیہ سے قبل سخت قحط کے زمانہ میں جبکہ ایک مسلمان سردار، ثمامہ نے اہل مکہ کی خوراک کی رسد بند کر دی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے دوبارہ بحال کر دی گئی۔جس سے یقیناً اہل مکہ کے دلوں میں نرم گوشہ پیدا ہوا۔(32)
- اسی زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے غرباء وفقراء کی امداد کے لیے پانچ سو اشرفیاں بھی روانہ کی تھیں جس سے اہل مکہ بہت متاثر ہوئے۔(33)
- صلح حدیبیہ سے قبل رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے انتہائی با اثر سردار ابوسفیان بن حرب کی صاحبزادی سے عقد فرما لیا۔(34)
- مشرکین مکہ کی عراق وشام کی تجارتی گزرگاہ پر مسلمانوں نے اثر رسوخ جما لیا جس سے اہل مکہ کو خاصا معاشی نقصان تھا جو کہ جانبین کی صلح سے ہی دور ہو سکتا تھا۔

- ذیقعد کا مہینہ تھا نیز آ گے ایسے مہینے آ رہے تھے جو قریش کے نزدیک بھی مقدس سمجھے جاتے تھے ان مہینوں میں دشمنوں کے ساتھ جنگ حرام سمجھی جاتی تھی۔
- قریش کو اپنی بدنامی کا اندیشہ تھا کہ مبادا، دنیا والے یہ نہ کہیں کہ قریش، لوگوں کو حج بیت اللہ سے روکتے ہیں۔
- حج کعبۃ پر اتفاق اور قریش کے ساتھ ہم قبلہ ہونا وغیرہ یہ تمام وہ اسباب تھے جن کی بنیاد پر قریش کے ساتھ صلح کے واضح آثار نظر آ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ممکن کوشش کی کہ جنگ سے بچا جائے اور صلح ہی کی جائے۔ اس کا اظہار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے آج قریش مجھ سے جو مطالبہ کریں گے میں اسے قبول کروں گا۔(35) چنانچہ حدیبیہ کے مقام پر سفارشیں شروع ہوگئیں بالآخر سہیل بن عمرو کے ساتھ طویل گفت وشنید کے بعد معاہدہ طے پایا کہ۔

مسلمان اس سال مکہ آئے بغیر واپس ہو جائیں اور آئندہ برس عمرہ کریں۔ دس سال تک فریقین باہم جنگ نہیں کریں گے۔ اگر کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ جائے تو واپس کیا جائے گا۔ تجارت وغیرہ مسالمانہ ضرورتوں سے ایک دوسرے کے علاقہ سے گزرنے کی اجازت ہوگی۔ قبائل میں جو مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ حلفی کرنا چاہے یا قریش کے ساتھ، وہ ایسا کر سکتے ہیں۔(36)

معاہدۂ صلح کی اہمیت وافادیت

قریش کی پسندیدہ شرائط کا یہ معاہدہ بظاہر تو مسلمانوں کے مفاد میں نہ تھا لیکن بعد میں ثابت ہوا کہ دراصل یہ معاہدہ فتح مبین تھا۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا﴾ (37)

''بے شک (اے نبی) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے''

قرآن مجید میں سورۃ الفتح کی مختلف آیات میں اس معاہدے کے فوائد واہمیت اور دوررس سیاسی و مذہبی فوائد واثرات کی طرف نشاندہی کی گئی ہے مثلاً۔

(i) ﴿لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ عَلَیۡہِمۡ وَاَثَابَہُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا﴾(38)

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی''

طبری نے مختلف روایات کو بنیاد بناتے ہوئے لکھا ہے کہ "**فتحاً قریباً**" سے مراد فتح خیبر ہے۔ اور "**فانزل السکینة علیھم**" سے مراد صبر اور وقار (سے فیصلہ کرنا) ہے۔(39)

(ii) ﴿**وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ......الخ**﴾ (40)

"اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ حاصل کریں"

(iii) ﴿**وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِیَ النَّاسِ عَنْكُمْ......الخ**﴾(41)

"اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت ساری غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کروگے، پس یہ تو تمہیں جلد ہی عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے"

"**معانم کثیرة تاخذونھا**" سے فتوحات اور اس کے نتیجہ میں مالی فوائد کی طرف اشارہ ہے یعنی مشرکین ہوازن وغطفان، فارس اور روم وغیرہ کے غنائم مسلمانوں کو حاصل ہوں گے۔ "**وکف ایدی الناس عنکم**" سے یہود اور قریش سے مسلمانوں کی حفاظت مراد ہے۔(42)

(iv) ﴿**وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا**﴾. (43)

"اور (تاکہ) تمہیں اور (غنیمتیں) بھی دے جس پر اب تک تم نے قابو نہیں پایا اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے قابو میں رکھا ہے"

"**واُخری لم تقدروا علیھا**" سے مکہ، خیبر، روم و فارس کے علاقوں کی فتح مراد ہے جن کی طرف صلح حدیبیہ کے بعد فوراً ہی توجہ دی گئی۔(44)

امام زہری اس صلح کے فتح عظیم ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

((**فما فتح فی الاسلام فتح قبله کان اعظم منه، انما کان القتال حیث التقی الناس، فلماکانت الهُدنة، ووُضعت الحرب، و آمن الناس بعضهم بعضاً، والتقوا، فتفا و ضوافی الحدیث والمناز عة، فلم یکلّم احد بالاسلام یعقل شیئاً إلادخل فیه، ولقد دخل فی تینک السنتین مثلُ من کان فی الاسلام قبل ذلک اوأکثر**".(45)

"اسلام میں اس سے قبل کوئی بڑی فتح نہ تھی۔ جنگ میں تو لوگ گتھم گتھا تھے۔ جب امن و سکون ہوگیا، جنگ ختم ہوگئی لوگ ایک دوسرے سے امن میں ہوگئے وہ ایک دوسرے سے ملے، باہم بات چیت کی، جس نے بھی اسلام کی حقانیت کو سمجھا وہ اسلام میں داخل ہوگیا

ان دو سالوں میں اتنے لوگ مسلمان ہوئے جتنے اس سے قبل مسلمان ہوئے تھے یا اس سے بھی زیادہ مسلمان ہوئے''۔

ابن ہشام زہری کی رائے کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زہری کی رائے کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ کے لئے نکلے تو چودہ سو آدمی ساتھ تھے اور دو سالوں کے قلیل عرصے بعد فتح مکہ کے لیئے نکلے تو دس ہزار آدمی ساتھ تھے۔(46) چنانچہ وہ قبائل جو حدیبیہ کے موقعے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ نہیں نکلے تھے۔ اور ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ﴿سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْن......الخ﴾ کا ارشاد فرمایا،(47) فتح مکہ میں مسلمانوں کے لشکر میں پیش پیش تھے جن میں قبیلہ اسلم کے چار سو، جھینہ کے آٹھ سو اور مزینہ کے ایک ہزار افراد شامل تھے۔(48)

۴۔ معاہدہ خزاعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلی دور کے بعض حلفی کے معاہدات کی تجدید فرمائی۔ قبائل جھینہ و مزینہ کے ساتھ معاہدات بھی تجدید حلفی کے ہو سکتے ہیں کیونکہ عہد جاہلی میں یہ قبائل اوس و خزرج کے حلیف تھے۔ (49) تاہم اس سلسلہ کا اہم ترین معاہدہ قبیلہ خزاعہ کے ساتھ ہوا۔

قبیلہ خزاعہ مکہ کے قریب ایک دن کی مسافت پر مرالظہر ان نامی جگہ میں آباد تھا۔ عہد جاہلی میں جب قبیلہ جرھم نے حجاج اور زائرین کعبہ کے ساتھ ناانصافیاں شروع کیں تو اس قبیلہ نے ان کے ساتھ جنگ کر کے انہیں مکہ سے نکال باہر کیا اور خود کعبہ کے متولی بن گئے۔ کچھ عرصہ بعد قصی بن کلاب نے قریش و کنانہ سے مل کر انہیں بھی مکہ سے بے دخل کر دیا۔(50) بعد میں اس قبیلہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب سے حلفی قائم کر لی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کا اپنے چچا نوفل سے تنازعہ ہو گیا تو عبدالمطلب نے مدینہ میں اپنے رشتہ داروں بنونجار سے مدد طلب کی، بنونجار کے ستر جنگجوان کی مدد کے لیے مکہ آ گئے جس سے لڑائی ٹل گئی اس موقع پر عبدشمس نے نوفل سے اور خزاعہ نے عبدالمطلب سے حلفی کا معاہدہ کیا(51)

جاہلی دور کے اس معاہدہ میں یہ طے ہوا تھا کہ فریقین ایک دوسرے کی جنگی امداد کرنے کے پابند ہوں گے۔ اس معاہدہ میں کوئی چھوٹ نہ ہوگی اور یہ معاہدہ اس وقت تک رہے گا جب تک سمندر میں رطوبت باقی ہے۔ فریقین کے چھوٹے بڑے اس میں شامل ہیں اور وہ بھی جو کہ موجود نہیں۔'' معاہدہ یہ ہے کہ جب تک کوہ ثبیر پر سورج چمکتا رہے اور اونٹ اپنے نوزائیدہ بچوں کے لیے تڑپتے ہیں اور جب تک زمین پر پہاڑوں کا وجود قائم ہے جب تک زائرین مکہ میں آتے رہیں۔ معاہدہ ختم نہیں ہو سکتا بلکہ جب تک سورج کی روشنی اور رات کی تاریکی دنیا

پر منعکس ہوتی رہے اس معاہدہ کی شرائط میں اور زیادہ پابندی ہوتی رہے گی۔تب تک عبدالمطلب اور ان کے بیٹے اور ان کے حلیف بھی بنوخزاعہ کی نصرت اور حمایت کرتے رہیں گے اسی طرح بنوخزاعہ اور ان کے حلیف خواہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں وادیوں میں خیمہ زن ہوں یا کھلے میدان میں ہوں ہر صورت میں وہ سب عبدالمطلب اور ان کی اولاد کی حمایت ونصرت کے پابند رہیں گے"۔(52)

جب بنوخزاعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حدیبیہ میں اس معاہدہ کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اسلام جاہلیت کی حلیفی کو مضبوط تر ہی کرتا ہے" (53) اس طرح جاہلی دور کے معاہدہ حلیفی کی تجدید کر لی گئی۔

اس تجدید حلیفی کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی ریاست کا اثر ورسوخ مکہ کی شہری ریاست کے بالکل قریب تک پہنچ گیا۔(54)

۵۔فارس اور روم کے باجگزار قبائل سے معاہدات نبوی:

عہد نبوی میں فارس اور روم:

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فارس اور روم دنیا کی دو عظیم سلطنتیں تھیں۔مختلف وجوہ کی بنا پر ان میں باہم عداوت کا سلسلہ قدیم زمانہ سے چلا آ رہا تھا۔دونوں حکومتیں اپنے علاقوں میں توسیع کرنے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی فکر میں رہتی تھیں۔عہد نبوی کے ابتدائی زمانہ میں رومیوں نے اپنی بادشاہت کا تمام مشرقی حصہ کھود دیا تھا شام، آرمینیا، مصر، حتی کہ قسطنطنیہ تک ایرانی جھنڈے لہرا رہے تھے۔(55) اسی دوران قرآن نے اس صورت حال کے بالکل برعکس پیشگوئی کر دی کہ رومی فارس پر دوبارہ غالب آ جائیں گے۔(56) چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد ۶۱۶ء بمطابق ۶ھ، نینوئی کے مقام پر رومیوں نے ایرانیوں کو فیصلہ کن شکست دی اور اپنے مقبوضہ تمام علاقے واپس لے لئے۔(57)

ان دونوں طاقتوں نے اپنی سرحدوں کے ساتھ ساتھ اور کہیں زیادہ دور تک عرب میں اپنے اثرات پھیلا رکھے تھے چنانچہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک عرب کے شمال میں دومۃ الجندل، ایلہ، مقنا اور غسان جیسے اہم علاقے بیزنطینیوں (رومیوں) کے زیر اثر آ چکے تھے۔ان علاقوں میں بسنے والے مختلف اہم قبائل مثلاً بنوکلب، تغلب، جزام، قین، بلی، بہراء، قضاعہ وغیرہ جنگ میں بیزنطینی جھنڈے کے نیچے ہی اکٹھے ہوتے تھے(58) اسی طرح عہد نبوی میں عرب کے کئی اہم علاقے مثلاً یمن، یمامہ، عمان، بحرین اور طائف وغیرہ فارس کے زیر اثر تھے۔(59)

اگرچہ دونوں ممالک ایک بڑے رقبے پر حکومت کے دعوے دار تھے لیکن عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانے دور میں یہ دونوں ممالک قسما قسم اندرونی خلفشار کا شکار تھے۔ جس کی وجہ سے بالعموم تمام سلطنت اور بالخصوص مقبوضہ علاقوں اور باجگزار قبائل پر ان کے اثرات کمزور پڑ رہے تھے۔ (60)

فارس اور روم کے باجگزار قبائل سے معاہدات نبوی کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

باجگزاران فارس سے معاہدات

ثقیف سے معاہدہ:

(۱) ثقیف ہوازن کا معروف قبیلہ تھا۔ مکہ سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر طائف میں آباد تھا۔ قبائل عرب میں اہل ثقیف سیاسی، مذہبی اور اقتصادی طور پر نہایت مستحکم تھے۔ ثقیف کی آبادی میں دو گروہ قابل ذکر ہیں۔ بنی مالک اور احلاف۔ ان دونوں دھڑوں کی آپس میں یکجہتی نہیں تھی اس لیے دونوں کے الگ الگ سردار تھے۔ (61)

مذہبی حیثیت:

جس طرح جاہلی دور میں اہل مکہ کی مذہبی حیثیت مسلمہ تھی۔ اسی طرح ثقیف مذہبی طور پر مستحکم حیثیت رکھتے تھے۔ قریش اور ثقیف میں عزت وشرف کے لیے آپس میں جھگڑا ہوا کرتا تھا۔ آخر ان کے ہاں لات کا بت نہایت مقدس اور عرب میں معروف تھا جس کا ذکر قرآن نے ﴿اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى﴾ (62) کی صورت میں کیا۔ یہ اپنے بت پر چڑھاوے چڑھاتے، اس کا طواف کرتے تھے اور طائف شہر کو حرمت والا شہر سمجھتے تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف وغیرہ اور حج بیت اللہ بھی کرتے تھے۔ (63)

طائف میں بھی مکہ کی طرح شہری زندگی کا نظام قائم تھا۔ قرآن مجید نے اس شہر کو مکہ کے ساتھ ﴿قَرْيَتَيْنِ عَظِيْم﴾ کہہ کر بیان کیا جس سے اس کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ (64)

علمی وادبی پہلو:

جاہلی دور میں اہل طائف بلند علمی وادبی ذوق سے مالا مال تھے۔ ان کے ہاں علمی وادبی مجالس کے انعقاد، عدل گستری کی مجالس وغیرہ کے تذکرے بھی ملتے ہیں۔ ان کے بازار عکاظ کو ''بین العرب ادبیاتی کانگریس'' کہنا بے جا نہ ہوگا۔ (65)

اقتصادی پہلو:

اہل طائف اقتصادی طور پر بہت مضبوط تھے۔ ان کی اقتصادی طاقت ان کی زراعت تھی، قسما قسم سبزیاں اور پھل پیدا ہوتے تھے خود بھی بافراغت استعمال کرتے تھے اور برآمد بھی کرتے تھے۔ یہاں کا انگور اور شہد بالخصوص مکہ اور بالعموم پورے عرب میں برآمد کیا جاتا تھا۔ طائف کا بازار عکاظ تھا ہر سال پورے عرب سے تاجر یہاں آتے تھے۔ یہ عرب کی منڈیوں میں انتہائی گرم تجارتی مرکز سمجھا جاتا تھا۔ ابن حبیب بغدادی کے بقول عرب کی منڈیوں میں سب سے بڑی منڈی عکاظ کی تھی جو کہ ذی القعدہ کے پہلے بیس دن مسلسل جاری رہتی تھی۔ (66)

اہل مکہ کی طرح ان کی تجارت پر بھی سود کا لین دین چھایا ہوا تھا۔ اس سودی لین دین کی وجہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ میں سود کو برقرار رکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔ (67)

مکہ اور طائف کے تعلقات:

اہل طائف کے مکہ والوں سے بہت قریبی تجارتی و سماجی تعلقات تھے۔ مکہ کی ''واد غیر ذی ذرع'' (68) کے قریب طائف جیسا سرسبز و شاداب علاقہ یقیناً ان کی خورد و نوش کا ایک بڑا مرکز ہوگا۔ ان کی اقتصادی اہمیت اور باہمی تعلقات کا اشارہ "با القریتین عظیم" (69) کی قرآنی آیت سے بھی عیاں ہوتا ہے۔ ان کے باہمی تعلق کی مناسبت سے کہا جاتا تھا ''مکۃ من الطائف والطائف من مکۃ''۔ اہل مکہ و طائف کے تعلقات کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ قریش نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جس شخص (عروۃ بن مسعود) کو مسلمانوں کے پاس اپنا سفیر و نمائندہ بنا کر بھیجا اس کا تعلق بنو ثقیف سے تھا۔ (70) طائف میں مکہ کے امراء کی زمینیں اور باغات وغیرہ بھی تھے۔ وہ گرمیوں میں یہاں آ کر رہتے تھے اور ان کی مرمت وغیرہ کا اہتمام بھی کرتے کنانہ کے کئی لوگوں نے تو باقاعدہ یہاں کی رہائش اختیار کر رکھی تھی۔ اہل مکہ کے ساتھ ان کے مضبوط تجارتی تعلقات تھے اوپر سے رشتہ داریوں نے ان تعلقات کو مزید مضبوط کر رکھا تھا (71) غالباً اسی سبب کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت مدینہ سے پہلے اہل طائف کے پاس تشریف لے گئے تھے۔

بنو ثقیف سے معاہدہ:

فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف نے مسلمانوں کے خلاف بڑے پیمانے پر تیاری شروع کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسدادی مہم کے طور پر اس سے نمٹنے کے لیے نکلے، حنین میں ان سے مڈبھیڑ ہوئی۔ باوجود نقصان کے، مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ یہ لوگ بھاگ کر طائف کے فصیل دار شہر میں پہنچے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور طائف پہنچے۔ طائف کا محاصرہ کیا چند دن تک محاصرہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بمع لشکر شہر فتح کیے بغیر

واپس مکہ روانہ ہو گئے۔

بنوہوازن نے مسلمانوں کی حیثیت بھانپ لی اور وفد لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور صلح کر لی۔ یہ وہ وقت تھا کہ اسلام کی شان و شوکت سارے عالم عرب پر منکشف ہو چکی تھی۔ اہل طائف بھی اس سے متاثر ہوئے اور انہوں نے دوستی کا وفد مدینہ بھیجا اور مسلمانوں کی سیاسی بالادستی بایں صورت قبول کر لی کہ ان کی مذہبی و سیاسی اہمیت و خودمختاری برقرار رہے۔

بنوثقیف کے ذہن میں اس وقت اسلام کا تصور صرف سیاسی سر تسلیم خم کرنا تھا اس لیے ان کے وفد نے ایک غیر مفتوح ملک کے نمائندے کی حیثیت سے ایسی شرطیں پیش کیں جو یقیناً خود اس کے اپنے ذہن میں بھی بھاؤ بڑھانے اور بھاؤ چکانے کے سوا کچھ نہ تھیں' چنانچہ انہوں نے کہا کہ وہ مسلمان ہونے کو تیار ہیں بشرطیکہ

- انہیں نماز سے مستثنیٰ کیا جائے۔
- طائف کو حرم قرار دیا جائے۔
- زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔
- جہاد (یعنی مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمنوں کے خلاف فوجی کارروائی کرنے سے) بھی مستثنیٰ قرار دیا جائے۔
- ان کا قدیم بت خانہ بھی نہ توڑا جائے۔
- زنا سے منع نہ کیا جائے۔
- سود کی ممانعت نہ رہے۔
- شراب کی ممانعت بھی نہ رہے۔(72)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکیمانہ اسلوب کی وجہ سے اہل طائف اپنے اکثر غلط مطالبات منوانے سے باز رہے۔ چنانچہ انہیں نماز سے استثناء، زنا اور شراب کی اجازت نہ دی گئی، فوجی کارروائیوں میں مسلمانوں کا ساتھ دینے سے ان کو مستثنیٰ کر دیا گیا۔ (73) سود کی حرمت کے لئے انہیں قلیل سی (آئندہ آنے والے عکاظ کے میلے تک) مہلت دے دی گئی۔ (74) ان کے بت خانے کو توڑنے کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسے نہ توڑو بلکہ ہمارے آدمی اسے توڑیں گے۔ اس طرح اگر کوئی نقصان پہنچے گا تو تم محفوظ رہو گے۔ یہ اس لیے فرمایا کہ اہل طائف کا یہ وہم بدستور باقی تھا کہ بت خانہ توڑنے والے کو سخت قسم کا نقصان ہو گا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صحابہ، ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا۔ انہوں نے اس عظیم بت خانے کو منہدم کر دیا۔ اس طرح معاہدے کی پر حکمت شق سے ان میں پرانی اور راسخ شدہ بت پرستی کا مکمل

خاتمہ ہو گیا۔(75) مکہ کی طرح طائف کو حرم قرار دینے کا مطالبہ بغیر کسی تبدیلی کے تسلیم کر لیا گیا۔(76)

اہل طائف کو مکمل حقوق عنایت کئے گئے چنانچہ طائف پر انہیں پورا اختیار دیا گیا۔ انہی میں سے ان پر امیر مقرر کئے گئے۔ (77) علاوہ ازیں انہیں مکمل تجارتی و ثقافتی آزادی دی گئی اور انہیں یہ بھی کہا گیا کہ ہر ظالم کے خلاف انہیں امداد دی جائے گی۔(78)

اہل طائف (بنوثقیف) نے جب دیکھا کہ اسلامی ریاست ان کے حقوق میں کمی یا ان کے عدم تحفظ کا ارادہ نہیں رکھتی تو انہوں نے خوشی سے اس معاہدہ کو تسلیم کر کے اسلامی وفاق میں شمولیت اختیار کر لی۔ اس طرح مکہ کے جنوب میں قریب ترین ایک بڑی اور اہم قوت اسلامی ریاست میں شامل ہو گئی۔ اس معاہدہ کے بعد بنوثقیف کے ایک حلیف بنی ہلال جو کہ غزوہ طائف میں مسلمانوں کے خلاف شریک ہوئے تھے وفد کی شکل میں حاضر ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔(79) اس طرح طائف کے جنوب میں اہل جرش نے بھی اسلامی ریاست کی بالا دستی تسلیم کر لی۔(80)

اہل عمان سے معاہدہ

عمان عرب کے جنوب مشرق کا ایک ساحلی علاقہ تھا۔ یہ دریائے یمن اور ہند کے ساحل پر مقام ہجر کے مشرقی سمت میں واقع ہے۔ یہ علاقہ اقتصادی اعتبار سے نہایت اہم تھا۔ یہاں عالمی سطح کے تجارتی میلے منعقد ہوتے تھے جن میں پوری دنیا سے لوگ آتے تھے۔ ابن حبیب اور مسعودی کے مطابق ہند، چین اور سندھ کے علاقے سے لوگ سمندری سفر کر کے عمان کے تجارتی میلوں میں شرکت کے لیے آتے تھے۔(81)

عہد نبوی میں اس علاقے کی آبادی کا ایک بڑا حصہ قبیلہ ''ازد'' پر مشتمل تھا۔(82) دیگر عرب کی طرح یہ علاقہ بھی مختلف قبائل میں بٹا ہوا تھا جن پر الگ الگ سرداروں کی حکمرانی تھی جن میں قبائل بنوثمالہ اور حدان اور اہل دبا کا تذکرہ کتب سیرت میں ملتا ہے۔ فتح مکہ کے سال یہ قبائل وفد کی صورت میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ مآخذ میں ان کی طرف مکتوب نبوی کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔(83)

بعثت نبوی سے قبل ایرانیوں نے جن عرب علاقوں پر قبضہ کیا تھا ان میں عمان بھی شامل تھا۔ یہاں پر ایران کی طرف سے جلندی بن المستکبر حکمران تھا۔ بعد ازاں اسی کے دو بیٹے جیفر اور عبد مشترکہ حکمران بنے (84) ایران کے سیاسی انتشار کی بنا پر عرب مقبوضات پر اس کی گرفت کا کمزور ہونا کوئی بعید از قیاس بات نہیں۔ اس ساری صورتحال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت باخبر تھے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بقول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام تر توجہ عرب میں ایرانی مقبوضات پر مرکوز کی ہوئی تھی (85) چنانچہ بلاذری کے مطابق چھ ہجری میں ہی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو زید انصاری کے ذریعے شاہان عمان کی طرف مکتوب مبارک ارسال فرمایا جس میں انہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی۔ (86)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مکتوب جیفر وعبد کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور اسلامی وفاق میں شامل ہوئے۔ (87) اسی طرح قبیلہ بنواز داور دیگر قبائل عمان شہزادگان سمیت مسلمان ہو کر اسلامی وفاق میں شامل ہو گئے۔ بنواز د کا وفد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جو ۱۹ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ (88) اس معاہدہ کی وجہ سے اسلامی ریاست کو جنوب مشرقی علاقے میں ایک اہم قبیلہ اور اس کے دوستوں کی حلیفی میسر آئی۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پر مدینہ سے کچھ آدمی مستقل مشن پر بھیجے تا کہ آس پاس کے قبائل کو اسلام کا تعارف کروائیں۔ چنانچہ بلاذری کا بیان ہے کہ وہ لوگ اپنے مشن میں کامیاب رہے اور آس پاس کے قبائل نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ مآخذ میں عمان کے خالص بدوی قبائل بنو ثمالہ اور حدان کا تذکرہ ملتا ہے کہ یہ وفد کی صورت میں فتح مکہ کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے اور اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی طرف مکتوب کا تذکرہ بھی مآخذ میں ملتا ہے۔ (89)

بحرین کی طرف مکاتیب نبوی

یہ عرب کے مشرق میں ایک ساحلی علاقہ تھا۔ (90) ہاں مختلف قبائل عبدالقیس، بکر بن وائل اور تمیم کے لوگ آباد تھے۔ بحرین بھی فارس کے زیر اثر تھا۔ یہاں منذر بن ساویٰ اگرچہ عربی النسل حکمران تھا۔ (91) لیکن شہنشاہ فارس کا خراج گزار تھا۔ (92)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی طرف دعوت دی اور اسے لکھا کہ تمہیں سربراہی سے معزول نہیں کیا جائے گا۔ منذر بن ساوی نے اپنی رعایا کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ اسلام قبول کرلیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لکھا کہ:

> ''تمہارا سب کچھ تمہارے پاس ہی رہے گا بشرطیکہ تم اللہ و رسول کے تابع رہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تحریر فرمایا کہ جو لوگ مسلمان ہو جائیں گے وہ حقوق و ذمہ داریوں میں ہماری طرح ہوں گے''۔ بحرین میں یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں کی آبادیاں بھی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (غیر مسلموں) سے معمولی جزیہ پر صلح کرلی''۔ (93)

بحرین کے قبیلہ بکر بن وائل کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اسلام قبول کر کے اسلامی وفاق میں داخل ہوا۔ (94) علاوہ ازیں قبیلہ بنو تمیم کے بڑے بڑے لوگ وفد کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ مآ خذ نے اس وفد کی تعداد نوے کے قریب بتائی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلب کے لئے انہیں انعام و اکرام بھی عنایت کیا۔(95) بحرین میں ہی رہنے والے مشہور قبیلہ عبدالقیس کی طرف مکتوب کا تذکرہ مآ خذ میں ملتا ہے۔(96) اس قبیلہ کے بعض افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے عمومی طور پر اس قبیلہ نے اسلامی ریاست کی بالادستی قبول کر لی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے تحریر کیا کہ یہ قبیلہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آ جانے سے اسلام کے مواخذات سے بری قرار دیا جاتا ہے۔ اس قبیلہ کی دوسرے قبیلہ کے ساتھ بعض اموال و اجناس پر غالبًا کوئی نہ کوئی رکاوٹ یا چپقلش رہتی تھی اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گردونواح کے قبائل کے لیے لکھا کہ وہ ان کی فراہمی اجناس میں مانع نہ ہوں۔ بلکہ ان کے لئے خصوصاً زرعی تجارت کے دوران سہولت پیدا کریں۔ اہل بحرین کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا کہ اس قبیلہ (عبدالقیس) کے ساتھ تعدی و جنگ کرنے والوں کے خلاف قبیلہ مذکورہ کی نصرت کریں۔(97) علاوہ ازیں ان کے لئے چند مزید آسان شرائط رکھیں۔ چنانچہ اس قبیلہ نے اسلامی وفاق کے ساتھ شمولیت کو غنیمت سمجھا۔ مآ خذ سے ثابت ہے کہ اس قبیلہ کے بہت سارے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور فتح مکہ کے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔(98)

اہل یمن کے لئے وثائق نبوی

عرب کے جنوب میں یہ شہر انتہائی متمدن تصور کیا جاتا تھا۔ ایک اہم تجارتی مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ یہ سرسبز شاداب بھی تھا چنانچہ یہاں خوب زراعت ہوتی تھی۔(99)

یمن کی سرزمین پر عاد، عمالیق، اہل معین، سباء اور حمیر کی سلطنتیں قائم ہوئیں۔ عہد نبوی میں یہاں اہل فارس کا قبضہ تھا۔(100) ظہور اسلام کے وقت کسرائے ایران کی طرف سے یمن پر باذان گورنر مقرر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان کے لیے یہ پیغام دیا کہ تم (اہل یمن) مسلمان ہو جاؤ تو تمہاری حکومت تمہارے سپرد ہی رہے گی۔ باذان نے جب یہ احوال سنے تو وہ اور دیگر رؤساءِ فارس (بنوالابناء)(101) اسلام لے آئے۔(102)

یہ وہ دور تھا کہ ایران اپنی مد مقابل ایک بڑی قوت (روم) سے بری طرح شکست کھا چکا تھا۔(103) علاوہ ازیں ایران کے بادشاہ کو قتل کر دیا گیا تھا۔(104) اس سیاسی انارکی کی وجہ سے یمن پر ایران کا اثر کمزور پڑ گیا اور وہاں ایک وطنیت پسند تحریک کا آغاز بھی ہو گیا کہ مداخلت کنندہ ایرانی غیر ملکیوں کو یمن سے نکال باہر کیا جائے۔(105)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے لئے یہ احکام ارسال فرمائے کہ مسلمان ارکان اسلام کی بجا

آوری کا اہتمام کریں۔ غیر مسلم یہودیوں کو زبردستی ان کے دین سے برگشتہ نہ کیا جائے۔ ملک بدر ہونے کا خطرہ رکھنے والے ایرانیوں(106) (مجوسیوں) کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے فی بالغ مرد وعورت صرف ایک دینار جزیہ لیا جائے اور اگر یہ تابع رہیں تو ان کی جائیدادوں کی حفاظت اور ان کے مظلوموں کی دادرسی کی جائے گی۔ پرانے سربراہان یمن اسلام لانے کی صورت میں بدستور سربراہ رہیں گے۔(107)

یمن کے حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان وثائق کی وجہ سے یمن کا داخلی ماحول تمام قبائل کے لیے پرسکون ہوگیا۔ خصوصاً یمن کے حکمرانوں باذان اور ان کے قبیلہ کے دوسرے افراد جنہیں اپنے خلاف مقامی قبائل کی تحریک کے نتیجے میں ملک بدر ہونے اور بادشاہی ختم ہونے کا اندیشہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احکام کو دیکھتے ہوئے فوراً مسلمان ہوگئے۔

باذان کی بدستور سربراہی اور دیگر قبائل کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مراعات اور حقوق و فرائض میں عدل ومساوات کا چرچا جونہی دوسرے قبائل تک ہوا تو انہوں نے بھی اسلامی وفاق میں شامل ہونے کو غنیمت سمجھا۔ چنانچہ یمن اور اطراف یمن سے بکثرت وفود، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔(108) مثلاً بنو اشعر جو کہ یمن کا نہایت اہم قبیلہ تھا، پچاس آدمیوں پر مشتمل وفد لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ اسی وفد میں مشہور صحابی رسول ابوموسیٰ اشعری بھی موجود تھے۔ مآخذ سے پتہ چلتا ہے کہ اس وفد میں قبیلہ عک کے بھی دو آدمی بطور وفد موجود تھے۔ چنانچہ انہوں نے بیعت کی اور اسلام قبول کر کے اسلامی وفاق میں شامل ہوئے۔(109)

بنو ہمدان جس کے اکثر بطون یمن میں بھی آباد تھے(110) کا وفد بھی بارگاہ نبوی میں پہنچا اور اسلامی وفاق میں شمولیت اختیار کر لی۔(111) بنو ہمدان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وثائق بھی تحریر فرمائے۔ جن میں انہیں اسلامی احکام پر قائم رہنے کی تاکید کی۔ علاوہ ازیں احکام کی تفصیل بھی تحریر فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں میں سے ان پر امیر مقرر فرمایا۔(112) ان کی فاظت کی ذمہ داری قبول کی۔ غیر مسلموں کے لیے جزیہ کی ادائیگی رکھی گئی اور مذہب کے معاملہ میں انہیں آزادی دی گئی کہ انہیں جبراً مسلمان نہیں بنایا جائے گا۔(113)

بنو مذحج کی اکثریت یمن میں آباد تھی۔(114) یہ لوگ بھی وفد کی صورت میں حاضر ہو کر اسلامی وفاق میں داخل ہوئے۔ جب یہ وفد اپنی قوم کی طرف واپس ہوا تو پوری قوم دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔(115)

بنو طے جو کہ یمن کا نہایت اہم قبیلہ تھا اس کے بطون شمالی نجد تک پھیلے ہوئے تھے۔(116) ۹ھ میں وفد لے کر حاضر ہوا اور اسلامی وفاق میں شمولیت کا اعلان کیا۔(117) بنو کندہ کی متعدد شاخیں بھی یمن اور حضر موت میں آباد تھیں۔(118) یہ لوگ بھی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے اور اسلامی ریاست کی بالا دستی قبول

کی۔(119) یمن کے قریب میں شاہان حضرموت کے وفد نے بھی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر اسلامی وفاق میں شمولیت اختیار کی۔(120)

یمن کے اثرات نجران تک پھیل گئے چنانچہ یمن اور اردگرد کے حالات واحوال کو دیکھتے ہوئے نجران کا ایک اہم قبیلہ بنو حارث بن کعب بھی ۱۰ھ میں اسلامی ریاست کی بالادستی قبول کرنے پر تیار ہو گیا اور اسلام قبول کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں میں سے قیس بن الحصین کو سربراہ مقرر فرمایا۔(121)

شاہان حمیر نے بھی اپنا وفد (رجب ۹ھ) غزوہ تبوک کے بعد بھیجا اور اپنی وفاداری اور اطاعت کا اقرار کیا اور کہا کہ ہم اب مشرکین سے علیحدہ ہو گئے ہیں اور ان لوگوں سے اس کے بعد اب ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جو وثیقہ عنایت فرمایا ابن ہشام نے اپنی کتاب میں تفصیل سے اس کا ذکر کیا ہے۔اس میں انہیں اسلامی احکام پر چلنے کا حکم دیا گیا۔ ''نصاریٰ کے لیے لکھا کہ انہیں ایک دینار فی کس یا اس کی قیمت یا کپڑے وغیرہ، جزیہ دینا ہوگا''۔اس پر وہ بھی اللہ و رسول کی ذمہ داری میں آ جائیں گے۔(122)

باجگذارانِ روم سے معاہدات

رومیوں نے اپنے مدمقابل کی بڑی قوت (فارس) کو نینوا کے مقام پر شکست فاش دی تھی۔(123) روم کے اثرات جہاں اور بہت پھیلے ہوئے تھے وہاں عرب کے کئی سرحدی علاقے، مثلاً دومۃ الجندل، ایلہ، مقنا اور اذرح وغیرہ بھی ان کے باجگذاروں میں شامل ہو گئے تھے۔ یہاں قرب و جوار میں بسنے والے اکثر قبائل مثلاً بنو تغلب، لخم، جذام، بلی اور بہراء وغیرہ ان ہی کے جھنڈے تلے اکٹھے ہوتے تھے۔ان میں سے اکثر قبائل نے رومیوں کے ساتھ مل کر غزوۂ موتہ میں مسلمانوں کو نقصان بھی پہنچایا تھا۔(124)

۹ھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس ہزار کا لشکر لے کر تبوک میں پڑاؤ ڈالا اور وہاں سے قیصر روم کو خط لکھا کہ یا تو اسلام لے آؤ یا جزیہ دو وگرنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قیصر روم، مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔(125) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع کو غنیمت جانا اور رومیوں کے زیر اثر علاقوں، دومۃ الجندل، ایلہ، مقنا، جرباء اور اذرح وغیرہ کے سرحدی علاقوں کو مطیع کر لیا اور ان سے صلح وامان کے معاہدات کئے۔

ا۔ دومۃ الجندل

دومۃ الجندل حجاز سے شام اور عراق جانے والے تجارتی راستوں کا مقام اتصال (Junction) تھا۔عرب تاجروں کے لئے یہ ایک اہم مقام تھا۔(126) ۵ ہجری سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علاقے پر اپنا اثر و

رسوخ بڑھانا شروع کر دیا تھا۔(127) تبوک کی مہم کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو یہاں کے حکمران ''اکیدر'' کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ خالد بن ولید نے اسے گرفتار کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے اسلامی ریاست کی بالادستی کو قبول کر لیا۔(128)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ اور دیگر آسان شرائط پر اس کے ساتھ صلح کر لی اور اسی کو وہاں کی سرداری پر بحال رکھا۔ اس طرح دومۃ الجندل کا علاقہ اسلامی ریاست میں شامل ہو گیا۔(129)

ایلہ

ایلہ، بحیرۂ قلزم کے ساحل پر شام کے قریب حجاز کی آخری حد تھی۔ غزوہ تبوک کے سفر میں یہاں کا حاکم یحنہ بن روبہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کیا۔(130) اہل ایلہ کو بہت سی تجارتی سہولتیں دی گئیں، آزادانہ تجارت کی اجازت دی گئی' ان کی حفاظت کی ذمہ داری بھی قبول کی گئی اس طرح انہوں نے بخوشی اسلامی ریاست کی بالادستی کو قبول کر لیا۔(131)

مقنا

ایلہ کے قریب واقع اس بستی کی آبادی میں اکثریت یہودیوں کی تھی۔(132) یہاں کے اکثر یا کچھ یہودیوں کو ایلہ کے عیسائی حکمران نے ملک بدر کیا ہوا تھا۔ تبوک کے موقع پر اہل مقنا اور بنو جنبہ وغیرہ کے لوگ صلح کی درخواست کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے امان نامہ لکھوایا کہ ان پر مذہب کے معاملہ میں زبردستی نہیں کی جائے گی۔ اہل مقنا سے احسان کرنے والوں کے ساتھ احسان کیا جائے گا۔ اہل مقنا سے برائی کرنے والوں سے بدلہ لیا جائے گا۔(133)

ان مراعات کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں کے جلاوطن شدہ باشندوں کو ان کے اصل علاقے میں بھیجنے اور آباد کرنے کا بندوبست بھی فرمایا۔(134) اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلہ کے حاکم کو لکھا کہ اہل مقنا کے ساتھ ان کے وطن جانے کے لئے اعانت کی جائے۔(135) یہاں کے دوسرے یہود کے لئے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امان ناموں میں ان کے گھروں میں دوبارہ آباد ہونے کا تذکرہ نظر آتا ہے۔(136)

جرباء و اذرُح

یہ دونوں بستیاں شام کی حدود میں مقنا کے قریب واقع تھیں۔(137) یہاں بھی یہودیوں کی مختصراً آبادیاں

تھیں تبوک کے موقع پر انہوں نے بھی صلح کرنا چاہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اسلامی ریاست کے ساتھ وفاداری اور معمولی جزیہ کے عوض میں صلح کر لی۔(138)

اہل نجران سے معاہدہ (تعارف)

نجران یمن کے شمال مشرق میں واقع ایک زرخیز علاقہ تھا یہاں قبیلہ ہمدان کے عیسائی عرب آباد تھے۔ یہ جزیرۃ العرب میں عیسائیت کا سب سے مضبوط اور بڑا مرکز تھا۔(139) یہودی بادشاہ ذونواس نے انہیں یہودیت کی طرف دعوت دی ان کے نہ ماننے پر اس نے انہیں آگ کے گڑھوں میں جھونک کر بے رحمی سے قتل کیا۔ (140) قیصر روم اور نجاشی حبش نے ان کی مدد کی اور ذونواس بادشاہ سے جنگ کی جس کے نتیجہ میں ذونواس مارا گیا۔(141)

نجران میں دو فریق تھے۔ ایک بنی الحارث تھے، یہ بت پرست تھے' ان کا شمار نجران کے معززین میں ہوتا تھا اور یہ حضرت خالد بن ولید کی دعوت پر اسلام لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر انہی میں سے قیس بن حصین کو امیر مقرر فرمایا اور صدقات کے بارے میں احکام لکھوا کر مرحمت فرمائے۔(142)

نجران کا دوسرا فریق وہاں کے عیسائی تھے ان کا وفد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔(143) اس وفد میں ساٹھ آدمی تھے جن میں چودہ ان کے اشراف اور سر برآوردہ شخصیات تھیں۔(144) اس قافلہ میں ان کا بشپ ابوحارثہ بن علقمہ بھی شامل تھا۔ یہ وفد بڑی شان وشوکت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچا۔ مسجد نبوی میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی جب ان کی عبادت کا وقت ہوا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے ساتھ مسجد نبوی میں ہی عبادت کی اور مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔(145) مختلف موضوعات بالخصوص حضرت عیسیٰؑ پر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی(146) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسلمان نہیں کیونکہ تم اللہ کا بیٹا مانتے ہو' صلیب کی عبادت کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو جبکہ اسلام میں ان کی ممانعت ہے۔ جب بات بڑھ گئی تو آخر کار قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں جن میں انہیں مباہلہ کی دعوت دی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

﴿ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَاللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ ۝ ﴾(147)

''اللہ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہو بہو آدم کی مثال ہے جسے مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ ہو جا! پس وہ ہو گیا۔ تیرے رب کی طرف سے حق یہی ہے خبردار شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ اس لئے جو شخص آپ کے پاس اس علم کے آجانے کے بعد بھی آپ سے اس میں جھگڑے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو اور ہم تم خاص اپنی اپنی جانوں کو بلا لیں۔ پھر ہم عاجزی کے ساتھ التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں''۔

دعوت مباہلہ سے نصاریٰ گھبرائے اور باہم مشورہ کیا اور مباہلہ کے بجائے اسلامی ریاست کی بالادستی کو قبول کرنا ہی بہتر سمجھا۔ چنانچہ ان کے ساتھ صلح کا معاہدہ کر لیا گیا۔ اس معاہدہ کے تحت انہیں اپنے انتظامی اور مذہبی معاملات میں آزادی دی گئی۔ البتہ ان پر سودی قرض کے لین دین پر پابندی لگائی گئی۔(148)

باجگذاران روم سے معاہدات نبوی کے مزید نتائج بھی سامنے آئے مثلاً ان قبائل کے ساتھ مناسب رویہ، ان کے حقوق کی حفاظت اور معاہدین کی قدر دانی کو دیکھتے ہوئے اردگرد کے دوسرے قبائل بھی اسلامی ریاست کی طرف راغب ہوئے(149) ان میں مشہور قبیلہ غسان بھی شامل تھا۔ جو بیزنطین کا پکا وفادار تھا(150) اس قبیلہ کے چند لوگ کچھ ہی عرصہ بعد رمضان ۱۰ھ میں مدینہ آئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (151) علاوہ ازیں غسان کے ایک قبیلہ بنی ثعلبہ کی طرف بھی مکتوب نبوی کا تذکرہ ملتا ہے(152) ان کے کچھ لوگ تو پہلے سے ہی اسلامی وفاق کے ساتھ شامل ہونے پر تیار ہو گئے تھے چنانچہ ۸ ھجری میں ان کا وفد مدینہ حاضر ہو چکا تھا(153)

اسی طرح بیزنطین کے وفادار دیگر قبائل، قبیلہ لخم، بنو بلی، قبیلہ داری اور بنو تغلب کی طرف مکاتیب کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔(154) ان قبائل میں بنو بلی کے وفد کا تذکرہ ۹ ھ میں تبوک سے قبل ہی ملتا ہے۔ علاوہ ازیں شام کے قریب سے قبیلہ داری کا وفد اس وقت حاضر ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس لوٹ گئے تھے۔ یہ لوگ مسلمان ہو کر اسلامی وفاق میں شامل ہوئے۔ اسی طرح بنو تغلب کا وفد بھی جس میں کچھ مسلمان اور کچھ نصاریٰ تھے حاضر ہوئے اور اسلامی وفاق میں شامل ہوئے۔(155)

حواشی وحوالہ جات

(1) ابن ہشام ، السیر ۃ النبویہ:92/4,400/2، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ :288،274/1، ابن کثیر ، البدایۃ والنہایۃ:246/2،247، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ ، وثیقہ نمبر159,160,161

(2) سورۃ الفتح:1

(3) سمہو دی کے مطابق مدینہ کے یہودی قبائل کی تعداد بیس سے بھی زائد تھی ان میں سے بہت سے ایسے تھے جنہوں نے بعد میں یہودی مذھب اختیار کیا تھا۔السمہو دی،نور الدین علی بن احمد، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ :165/1، الیعقوبی: احمد بن یعقوب، تاریخ الیعقوبی: 156/6، آلوسی، محمود شکری، **بلوغ الارب فی معرفة احوال العرب**،241/2

(4) مثلاً اوس وخزرج کی باہمی جنگوں میں بنو قریظہ اوس اور بنو قینقاع خزرج کا ساتھ دیتے تھے۔ابن ہشام، السیر ۃ النبویۃ :188/2

(5) اہل مدینہ کسی ایک فرد کو حکمران بنانے پر آمادہ ہو چکے تھے ایک جماعت اس سلسلہ میں عبداللہ ابن ابی بن سلول کو بادشاہ بنانے کی تیاری کر رہی تھی۔ مثلاً ملاحظہ ہو۔ البخاری الجامع الصحیح ، کتاب الاستیذان ، باب التسلیم فی مجلس فی اخلاط من المسلمین والمشرکین ،حدیث نمبر 6254)، ابن ہشام، السیر ۃ النبویۃ :338,334/2

(6) ملاحظہ ہو محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص:80

(7) ابن ہشام، ۲/ ۱۴۷۔۱۵۰، ابو عبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، فقرہ نمبر: 518-517، کتب حدیث اور کتب سیرت کے مکمل حوالہ جات واختلاف الفاظ کے لیے ملاحظہ ہو محمد حمید اللہ، مجموعہ الوثائق السیاسیۃ ، وثیقہ نمبر 1۔

(8) ابن منظور، لسان العرب، جملہ ''ربع'' کے تحت۔

(9) ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث السجستانی، السنن، کتاب الخراج، **باب کیف کان اخراج الیھود من المدینة،** حدیث نمبر(3000)

(10) محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص85، بعض مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ یہود سے معاہدہ بھی غزوۂ بدر سے قبل طے پایا تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو(عون الشریف قاسم ، **نشأة الدولة الاسلامیه:35-34**)

(11) ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے مکمل دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ میثاق مدینہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے۔ملاحظہ ہو۔عہد نبوی کا نظام حکمرانی (م ن):76

The First Written Constitution in the World, Lahore, 1975, p.4-9

(12) ابن الاثیر، الکامل: 680/1

(13) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی: ص 279

(14) ابن اثیر (م ن) ص: 680/1

(!5) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر: 151,159,160,161۔

(16) ابن سعد: 1/ 275,274 نیز مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر 160، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی: 280

(17) ابن سعد: ۱/ ۳۰۶، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی: 285

(18) یاقوت، شہاب الدین ابی عبداللہ، معجم البلدان: ۵/ ۲۳۴، ۱/ ۴۴۶، ابن ہشام: 337/2

(19) ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد، جمہرۃ انساب العرب: 465، نیز جواد علی، تاریخ العرب قبل الاسلام: 305/7

(20) اس کا ثبوت قبیلہ غطفان کی ایک شاخ اشجع کے وفد سے بھی ملتا ہے کہ جب وہ معاشی کساد بازاری کا شکار ہونے لگے تو اہل مکہ کی بجائے مسلمانوں کے پاس آئے اور حلیفی کے تعلقات قائم کرنے کے خواہاں ہوئے۔ اس طرح ان کے ساتھ بھی حلیفی قائم کر لی گئی، جمہرۃ انساب العرب: 82، ابن سعد: 1/ 360، (وفد اشجع)

(21) ملاحظہ ہو، قبیلہ جھینہ کی ایک شاخ ''بنی جرمز'' اس طرح ''بنی الحرقہ'' اور عمرو بن معبد الجہنی کی طرف مکتوب نبوی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر: 153-152، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی: 284

(22) ابن ہشام: 3/ 325، ابن قیم، زاد المعاد: 2/ 526 تا 529) اس صلح پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عظیم فتح کی خوشخبری سنائی۔ (سورۃ الفتح: 1)

(23) سورۃ الروم: 1

(24) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی، ص: 105-104

(25) مسلم، الصحیح، باب اجلاء الیہود من الحجاز، حدیث نمبر (4596-4592)

(26) البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف، حدیث نمبر (4337)، ابن ہشام: 2/ 344,325، الواقدی، کتاب المغازی: 637/2

(27) ملاحظہ ہوں قریش کی مسلمانوں کے خلاف بدر، احد، خندق وغیرہ کی جنگیں

(28) السرخسی، المبسوط، دار المعرفۃ بیروت، 86/10

(29) بعض قبائل کے واقعات کے لئے ملاحظہ ہو، البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع، باب نمبر 29 کی روایات، فتح الباری، 8/ 458/7,460

(30) مسلم، الصحیح، کتاب الجہاد، باب اجلاء الیہود من الحجاز، نیز باب جواز قتال من نقض العہد، حدیث نمبر(4592، 4596)

(31) مثلاً ملاحظہ ہو واقعہ حلف الفضول، ابن ہشام 1/141، نیز قبل از اسلام مکہ میں سیاسی ادارے اور وزارتیں موجود تھیں، اہل مکہ حلیفی، وسفارتی اصول وضوابط کے پابند تھے ملاحظہ ہو۔ابن عبد ربہ، العقد الفرید،3/314، نیز الندوی، سلیمان، ارض القرآن:۳۱۲، محمد حمید اللہ، عہد نبوی کا نظام حکمرانی:35۔

(32) البخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفۃ، حدیث نمبر(4372)، ابن ہشام،2/639

(33) اس کا اظہار ابوسفیان نے کیسے کیا؟ ملاحظہ ہو، المبسوط، (م ن)1/92

(34) ابن حبیب، المحبر، ص،88

(35) البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب، حدیث نمبر(2731-2732)

(36) مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر11

(37) سورۃ الفتح:1

(38) سورۃ الفتح،18

(39) تفسیر طبری:26/5655

(40) سورۃ الفتح:19

(41) سورۃ الفتح:20

(42) روایات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، تفسیر طبری:26/57,55

(43) سورۃ الفتح:21

(44) تفسیر طبری:26/58,57، الروض الانف:6/468

(45) الروض الانف:6/468

(46) نیز ملاحظہ ہو، ابن قیم، زاد المعاد:2/536

(47) الفتح:15-16، ملاحظہ ہو۔تفسیر الطبری:26/49

(48) واقدی، کتاب المغازی:2/800، نیز ابن ہشام:4/42

(49) ابن الاثیر: الکامل:1/680، نیز ملاحظہ ہو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی:279۔

(50) ابن قتیبہ کے مطابق خزاعہ کا تسلط چھڑانے کے لیے قیصر روم نے بھی قصی کی مدد کی تھی، کتاب المعارف، ص:313،

ابن ہشام:79,80) نیز الیعقوبی، تاریخ الیعقوبی:238/1

(51) الحلبی، السیرۃ:3/80، واقدی، المغازی:167(ب)

(52) مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر:171 (روایت ثانی)

(53) ابن ہشام:318/2 نیز مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ (م ن)

(54) اس غیر مسلم حلیف قبیلہ نے اپنے علاقے میں رہتے ہوئے اسلامی ریاست کا بھرپور ساتھ دیا۔ ابن ہشام کے مطابق بنوخزاعہ مسلمانوں کے خاص رازدار بن گئے اور خفیہ خبریں بھی نبی اکرم تک پہنچاتے رہے (ابن ہشام: 312/2)، سیرۃ شامی میں ہے کہ غزوۂ خندق کے محاصرہ میں مسلمانوں کو قریش کی تیاریوں کی اطلاع بھی انہوں نے ہی دی تھی۔ (الشامی، الصالحی، محمد بن یوسف، سبل الہدیٰ والرشاد (سیرۃ شامی):364/4)، فتح مکہ میں اسلامی لشکر نے آخری پڑاؤ بھی انہی کے ہاں کیا تھا (ابن ہشام:402/2)

(55) ابن الاثیر، الکامل:177,176/1

(56) الروم:1

(57) Gibbon , Edward, The History of the Decline and fall. London. Vol : V.P. 190-194

(58) ابن ہشام، (غزوۂ موتہ)117,16/4

(59) ان علاقوں میں بسنے والے قبائل کے ساتھ ساتھ ان کے حلیف اور پڑوسیوں پر بھی ایرانی اثرات پھیلے، الطبری: 656/2، ابن حبیب، کتاب المحبر :۲۶۵، ۲۶۶، البلاذری، فتوح البلدان:78، الاصفہانی، ابی الفرج علی بن حسین کتاب الاغانی:49,48/12

(60) Gibbon , Edward, The History of the Decline and fall. Vol: V.P. 190-194 نیز ملاحظہ ہو: محمد حمید اللہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی، ص:224

(61) البکری: 77,65,64/1، القلقشندی، نہایۃ الارب: 186، الکامل لابن الاثیر، 514/1 یاقوت، معجم البلدان، 204/3, 137/2

(62) النجم:19

(63) یعقوبی نے ثقیف کے تلبیہ کا ذکر بھی کیا ہے، تاریخ الیعقوبی:255/1، ابن حبیب، المحبر، 315

(64) ﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ (الزخرف:31)

(65) المرزوقی ''الازمنۃ والامکنۃ'' 80,79/2، نیز ابن حبیب، کتاب المحبر، 263، محمد حمید اللہ، عہد نبوی کا نظام حکمرانی 187

(66) ابن حبیب، کتاب المحبر :263، العقد الفرید،3/87؛ القلقشندی، نہایۃ الارب، 435؛ تاریخ الیعقوبی، 270/1)

(67) مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ، 81، محمد حمید اللہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی، 302؛ ابوعبید، الاموال، فقرہ نمبر 506)

(68) ابراہیم: 37

(69) الزخرف: 31

(70) البخاری، الجامع الصحیح، 170/3

(71) الازرقی۔ اخبار مکہ: 70، نیز ابن ہشام، 873,874، بلاذری، فتوح البلدان، 56، نیز محمد حمید اللہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی: 303

(72) ابن ہشام، ج، 4-3، ص 538 تا 540، ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج 2: ص 284، مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، منصور پوری، قاضی محمد سلیمان سلمان، رحمۃ للعالمین: 169,166/1۔

(73) یہ وہ دور تھا جب اسلامی ریاست کے پاس عددی قوت کی کمی نہ رہی تھی۔

(74) مجموعہ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر 181

(75) ابن ہشام: 4-3/540-541

(76) احمد بن حنبل، المسند، 165/1، ابوداؤد، السنن، کتاب المناسک، حدیث نمبر (2032)

(77) طائف کی آبادی بنو مالک اور احلاف، دو گروہوں پر مشتمل تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں باہم یک جہتی نہ تھی اس لئے دونوں فریقوں پر الگ الگ انہی میں سے سردار مقرر کئے گئے۔ اس طرح وہ ممکنہ تنازع سے بھی بچ گئے۔ مجموعہ الوثائق السیاسیہ، وثیقہ نمبر 181 تا 183

(78) مجموعہ الوثائق السیاسیۃ، (م ن)

(79) ابن ہشام، ج۔ 4-3، ص: 437

(80) معجم البلدان: 126/2، ابن ہشام: 4-3/587

(81) معجم البلدان، 150/4، نیز ابن حبیب، کتاب المحبر: 265، المسعودی، مروج الذہب: 308/1،

(82) البلاذری، فتوح البلدان، 76 نیز معجم البلدان: 150/4

(83) وفد بنو ثمالہ کے تذکرہ کے لیے ملاحظہ ہو، ابن سعد، الطبقات الکبری، 353/1، نیز مکتوب نبوی کے لیے ملاحظہ ہوں، محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر 78، اہل دبا کی طرف مکتوب کے لیے دیکھئے م ن، مجموعۃ الوثائق، وثیقہ نمبر 78 (الف)

(84) ابن حبیب، کتاب المحبر، 265,266، المرزوقی، الأزمنۃ والأمکنۃ، 162-163/2 نیز، البلاذری، فتوح البلدان: 76

(85) محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ، ص:157

(86) ابن سعد:1/263، البلاذری، فتوح البلدان، ص:76، نیز مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر 76

(87) فتوح البلدان، (م ن)

(88) ابن ہشام (بنوازد کا وفد)، 3-4/587

(89) عمان میں عمرو بن العاص السہمی اور ابوزیاد الانصاری کی خدمات لی گئیں۔ فتوح البلدان، ص:76، نیز ملاحظہ ہو، وفد بنوثمامہ کا تذکرہ، ابن سعد:1/353۔ نیز مجموعہ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر 78

(90) الہمدانی، حسن بن احمد بن یعقوب، صفۃ جزیرۃ العرب، 2/279، معجم البلدان:1/347

(91) ملاحظہ ہو، ڈاکٹر حمید اللہ کا مضمون ''عہد نبوی کے عربی ایرانی تعلقات'' معارف (مجلّہ) اعظم گڑھ 1942ء، ص:5/21

(92) فتوح البلدان، ص:78، ابن حزم، جمہرہ، ص:5-232

(93) فتوح البلدان، (م ن)، مجموعہ الوثائق السیاسیہ، وثیقہ نمبر 57 تا60

(94) ابن سعد:1/315

(95) ابن ہشام:3-4/560، البکری، حسین بن محمد بن الحسن، تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس:2/119-118

(96) مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر:72

(97) ایضاً

(98) ابن سعد:1/314,212

(99) ابن حبیب، المحبر، ص:266-264، نیز فتوح البلدان، ''یمن''

(100) الہمدانی، صفۃ جزیرۃ العرب، ص:65۔ یاقوت، معجم البلدان:5/447

(101) یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے یمن فتح کیا تھا، ابن حبیب، ص:266، نیز دیکھیں ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص:215

(102) ابن سعد:1/260، الطبری، 2/652

(103) الروم:ا، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن:3/272

(104) ابن سعد:1/260

(105) الطبری، تاریخ الامم والملوک، ص:1990، نیز ملاحظہ ہو، ڈاکٹر حمید اللہ کا مضمون ''عہد نبوی کے عربی ایرانی تعلقات، معارف (مجلّہ) اعظم گڑھ، 1942ء، ج:5، ص:21

(106) ایضاً،حوالہ بالا

(107) ابن سعد:1/260، تاریخ الطبری:2/656، نیز الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر 105 تا 109

(108) ملاحظہ ہو ابن سعد میں یمن واطراف کے وفود، ص:1/321

(109) اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر خیبر میں تھے اس حساب سے یہ قبیلہ ان ابتدائی یمنی قبائل میں سے تھا جنہوں نے اسلامی وفاق کے ساتھ شمولیت اختیار کی۔ابن سعد:1/348

(110) القلقشندی،صبح الاعشیٰ:1/328

(111) ابن سعد،1/341،340، ابن ہشام، ج3،4، ص:596، نیز ملاحظہ ہو الکتانی،عبدالحی،**التراتیب الاداریۃ**: 1/244

(112) مجموعہ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر112

(113) **البکری ابی عبید عبداللہ، معجم ما استعجم من اسماء البلاد والمواضع**:1/40

(114) ابن سعد:1/344

(115) معجم ما استعجم:(م ن)1/109

(116) ابن ہشام:2/577،ابن سعد:1/321

(117) القلقشندی،صبح الاعشیٰ:1/328

(118) ابن سعد:1/328

(119) ابن سعد:1/349

(120) ابن سعد:(م ن) نیز ابن ہشام:4-3/592

(121) ابن ہشام:4/239،ابن سعد:1/240،239

(122) ابن ہشام:4/235

(123) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، مودودی، تفہیم القرآن:3/727

(124) ابن ہشام:4/16، نیز دیکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی،ص:190

(125) یعقوبی کا بیان ہے کہ قیصر روم نے اسلام کا اعلان کر دیا تھا۔ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی، 2/84، یعقوبی کا یہ بیان درست معلوم نہیں ہوتا ملاحظہ ہو تفصیل کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی،ص:198، نیز ابوعبید، کتاب الاموال،فقرہ550

(126) القلقشندی،صبح الاعشیٰ:4/292، نیز مسعودی، ابوالحسن بن علی بن حسین التنبیہ والاشراف،ص:215

(127) ملاحظہ ہو5ھ میں سریۃ دومۃ الجندل اور6ھ میں عبدالرحمٰن ابن عوف کے ذریعے بنوکلب کے ساتھ دوستانہ

تعلقات قائم کرنے کے واقعات،مسعودی، التنبیہ والاشراف،ص:215، نیز ملاحظہ ہو ابن سعد،62/2، علاوہ ازیں بنوکلب کے کئی سرداروں اور دیگر لوگوں کا اسلام لانا اور غیر مسلموں کا اسلامی ریاست کو جزیہ دے کر صلح کرنا، ابن سعد:89/2

(128) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس قبیلہ کے کسی حلیف نے ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ (ابن ہشام:526/2) حتی کہ بنوکلب میں بھی نہیں، حالانکہ وہ دومۃ الجندل کے گرفتار ہونے والے حاکم ''اکیدر'' کے قریبی رشتہ دار بھی تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ ان پر مسلمانوں نے پہلے سے اپنا اثر و رسوخ قائم کرلیا تھا اور ان سے حلفی کے تعلقات بنا لئے تھے۔ (البلاذری،فتوح البلدان،ص:63)

(129) ابن سعد:288/1، نیز البلاذری، فتوح البلدان،ص: 61، تا63، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ الوثائق السیاسیہ، وثیقہ نمبر 190 تا 192

(130) ابن ہشام:4-3/525، نیز بلاذری،فتوح البلدان،ص:59، ابن عساکر نے لکھا ہے کہ بحری مہم بھی (بسلسلہ غزوہ موتہ) ایلہ بھیجی گئی تھی۔ بحوالہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی،ص:198

(131) ابن ہشام:4-3/525-526، نیز بلاذری،فتوح البلدان،ص:59، زادالمعاد:639/3 نیز ملاحظہ ہو الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر 29-30

(132) البلاذری، (م ن)،ص:60، نیز یاقوت،178/5

(133) ابن سعد: (م ن)،290/1، البلاذری، (م ن)،ص:60، نیز الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر 33

(134) البلاذری، (م ن)،ص:60

(135) ملاحظہ ہو ایلہ کے ساتھ معاہدے کا آخری فقرہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر 30

(136) یہ آبادیاں روم (بیزنطین) کے زیر اثر تھیں اس لئے یہاں عیسائیوں کا اثر و رسوخ زیادہ تھا عیسائیوں اور یہودیوں کی باہمی دشمنی کوئی نئی بات نہ تھی۔ ممکن ہے کہ یہاں کے یہود کو تنگ کرنے اور انہیں جلا وطن کرنے میں عیسائیوں کا ہاتھ ہو۔ نیز الوثائق السیاسیۃ وثیقہ نمبر 33-34

(137) یاقوت: (م ن)،118/3، 129/1

(138) ابن سعد:1 / 290,289، البلاذری،فتوح البلدان،ص:59، زادالمعاد:3 / 639، نیز ملاحظہ ہو الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر 32

(139) ابن ہشام:34,32/1 - ابن سعد 74/2

(140) بعض علماء کے مطابق قرآن مجید میں ﴿قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ﴾ سورۃ البروج:4 میں اسی کی طرف اشارہ ہے، ملاحظہ ہو ابن ہشام:۱/ ۳۷، الزرقانی شرح مواہب:41/4

(141) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 1/37,35، الطبری: 926، السہیلی: 1/196

(142) الزرقانی، شرح مواہب: 4/33، نیز ملاحظہ ہوں، ابن ہشام: 4/241,240، ابن قیم، زاد المعاد: 3/677

(143) ابن ہشام: 1/573، زاد المعاد (م ن): 3/689,680

(144) ابن سعد: 1/357 فتح الباری، باب مناقب ابی عبید: 7/74

(145) زاد المعاد: 3/685

(146) اس مباحثہ کی مکمل تفصیل کے لیے دیکھیں، السیوطی، جلال الدین، الدر المنثور فی التفسیر الماثور: 2/3

(147) آل عمران: 59,50,61

(148) زاد المعاد: 3/680-685

(149) ابن سعد: 1/38

(150) ابن حبیب: 370,371، ان سے متعلق مکتوب نبوی ملاحظہ ہو، الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر 37

(151) ابن سعد: 1/338

(152) الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر 40

(153) ابن سعد: ۱/۲۹۸، 1/330

(154) ابن سعد: ۱/ ۳۱۶، ۳۳۰، الوثائق السیاسیۃ، وثیقہ نمبر ۴۱، ۴۸، ۴۳

(155) ابن سعد: ۱/ ۳۱۶، ۳۳۰، ۳۴۳